

از میرٹ سے ملتی ہو جانا میرے لیے بجلی کے
شدید جھٹکے سے کم نہیں تھا تب ہی اس روزناشتے کے
بعد سے لے کر اگلے دو روز تک مجھ پر سکتے کی سی
نکیت طاری رہی مگر تیسرے روز ان سب نے مجھے
گھیر لیا۔

”خدا کی کاموں میں کسی کا کیا دخل رو بھانگل!“
ہم نے اپنی ناک پر پھسلتی سینک کو انگلی سے اوپر
کرتے ہوئے بالآخر ”عزیزت“ کا آغاز کیا تو میرا دل
پھوٹ پھوٹ کر رونے کو چاہا۔ میں نے بھلا کب خدائی
کاموں میں دخل دینے کی کوشش کی تھی جو اللہ نے
میرے نصیب میں از میرٹ لکھ دیا۔

حقیقت میری پاشا

حقیقت میری پاشا

”سنا تھا“ آدمی کو آدھے گناہوں کی سزا دنیا ہی میری
مل جاتی ہے۔ آج اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی لیا۔ ہک

فائقہ نے گہری آہ بھری تو اس کا جملہ مجھے تلملانا
پر مجبور کر گیا۔ ابھی میں اپنے سکتے کو توڑنے کا سوچ ہی
رہی تھی کہ زرمینہ نے حسرت آمیز لہجے میں کہا۔
”بائے۔ میرا معصوم بھائی۔!“

”لڑکی اب توجہ ہی ہو گئی۔ یعنی میں“ قابل
ہمدردی ”گردانی ہی نہیں گئی۔ میرے اندر کی جذباتی
اور منہ پھٹ رو بھانگل انگڑائی کے کریدار ہوئی۔

”میں تو کہتی
ہوں کہ ہزار سازشی مرے ہوں گے تب کہیں جا کے
تمہارے بھائی کی آمد متوقع ہوئی ہوگی۔ غضب خدا کا“



اپنی اوقات یاد رہے۔ خسرو کو اسی حقیقت
کرنے کے بعد خسرو کی نگاہیں
سہیل پر پڑی جس کے چہرے
اٹھ بھی۔

”تم یہاں۔“ خسرو نے سنا
”اس کے مسلسل منکراہت“

یہاں خود اپنا بھی مذاق بناتا ہوا
تی کے سوار ہیں۔ جو کہانی تمہارے
میرے خیال سے شارٹ کر
کو اس نے آیا۔ ”سہیل نے غصہ
مائی سنائی۔

گھر سے نکال کر آج کل ایک
تھ افیسر چلا رہی تھی۔
نے سوچا بھی نہ تھا شوہر کا تو
رعب داب ہوتا ہے مگر سہیل
رہی ہے۔ ”خسرو لا چاری۔

میں کہ شوہروں کی خاصیت
بہینا نے دخل دیا۔
مینا تو بڑی عقل مند ہو گئی
کیا۔

نہیں معلوم کہ کنوارا مرد جنگ
مرد چڑیا گھر کا شیر ہوتا ہے
کس کا شیر ہوتا ہے جو صرف
ہے۔

رتی سے ان دونوں پر ان کا
دونوں نے ایک دوسرے
چرائیں۔

تھے کہ انہوں نے

یوں منہ میں گھٹنیاں ڈال کے بیٹھا تھا جیسے ”لو
ایک جہنم“ کروانے چلا ہو۔ ایک معصوم اور حسین
لڑکی کے ارمانوں کو آگ لگاتے ترس نہیں آیا دادو کو
بھی۔ ”چمک کر کہتے ہوئے آخری جملے تک مجھ پر
رفت طاری ہونے لگی۔

”کس حسین لڑکی کی بات کر رہی ہو تم؟“ زرمینہ
نے تھیرے پوچھا تو اس دانت کچکا کر رہ گئی۔
”کس قدر شوق تھا ہمیں خوبصورت بھابھی لانے کا
مگر انسان کی ہر تمنا تھوڑی پوری ہوتی ہے۔“ رہی
سی کسرا بولی بی کے یاس زدہ لہجے نے پوری کردی
تھی۔

”مرو تم سب۔ میں یہاں ایک ناگہانی آفت کی زد
میں ہوں اور تم لوگوں کو اپنی سوجھ رہی ہے۔“ مجھے رونا
آنے لگا۔

مذاق کی بات الگ رہی۔ از میرٹ چاہے سب ہی
کو پسند ہو مگر اسے ”جھیلنا“ جوئے شیر لانے کے برابر
تھا۔

میری آنکھوں میں نمی چمکتے دیکھ کر وہ سب بوکھلا
گئیں۔ میرے جذباتی رونے سے وہ سب ہی بدکتی
تھیں۔ جب تک میں اپنی بات منوانہ لیتی تب تک
میری آنکھیں خشک نہیں ہوتی تھیں بقول زرمینہ۔
”تمہارا رونا اشار پلس کی کسی ہیروئن سے کم
نہیں۔ بات بے بات اور وجہ بے وجہ۔“

”ویسے سوچا جائے تو دادو نے روہی بچا کے ساتھ کچھ
اچھا سلوک نہیں کیا۔ خواجہ از میرٹ کے پلو سے
باندھ دیا جبکہ وہ پتا نہیں کس کی زلفوں کا سیر ہے۔“
فائقہ نے سب سے پہلے میری ہمدردی کا علم اٹھایا
تھا اور اس کی تقلید میں سب ہی کو خیال آیا کہ واقعی
میرے ساتھ کچھ زیادہ اچھا نہیں ہوا تھا۔

”مگر مشکل تو یہ ہے کہ دادو کے سامنے بغاوت کا
جھڈا کیسے لہرایا جائے۔ وہ تو اپنے تئیں روہی بولی پر
اعتماد کا اچھا مظاہرہ کر رہی تھی۔“
اصل مسئلے کی طرف آئی تھی۔

اس کے بعد وہ سب سر جوڑ کر سوچنے لگیں کہ اس

رشتے کو کیسے ختم کیا جائے۔ تب کہیں جا کر مجھے سکون
نصیب ہوا کہ ابھی میرا اچھا سوچنے والے بھی اس مسئلے
میں موجود ہیں۔



پورا ایک مہینہ اور چھ دن گزر گئے مگر کسی کو بھی
از میرٹ سے چھٹکارے کی کوئی ترکیب نہیں ہو سکی
تھی لیکن اس اثنا میں میری کلاس فیلوز نے مجھے
سے منسوب ”رومانس“ کے خواب دکھا دکھا کر میرا
اچھا خاصا بیہ اثر غرق کر دیا تھا۔

”تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا روہی! تمہاری موت
لکھی ہی میری ہے۔“ ماہین نے حیرت
انداز میں کہا تو فائقہ نے بھی اس کی تائید کی۔
”واقعی ورنہ جتنی کوششیں ہم نے تمہیں لانے
سے بچانے کی کی ہیں ان سے تو اللہ جھوٹ نہ بولے۔“

پھانسی کے مجرم کی سزا معاف ہو سکتی تھی۔
”اب تو رہائی ممکن نہیں۔“ ماہین جیسے سوال
کنگنائی تو کب کی چپ میں سر دھاک کر بولی۔

”اب رہائی چاہتا بھی کون کبخت ہے۔“
”اب رہائی ایک جھٹکے سے میری طرف مڑی تھی۔“
ان دنوں آنکھوں سے جھلکتے تھیر اور استغاب کا جواب
میں نے استغاب میں دوپٹے کا کونا دبا کر شرماتے ہوئے
اثبات میں دیا تو وہ مارے حیرت کے مرنے لگی۔

”اب رہائی چاہتا بھی کون کبخت ہے۔“
”اب رہائی ایک جھٹکے سے میری طرف مڑی تھی۔“
ان دنوں آنکھوں سے جھلکتے تھیر اور استغاب کا جواب
میں نے استغاب میں دوپٹے کا کونا دبا کر شرماتے ہوئے
اثبات میں دیا تو وہ مارے حیرت کے مرنے لگی۔

”اب رہائی چاہتا بھی کون کبخت ہے۔“
”اب رہائی ایک جھٹکے سے میری طرف مڑی تھی۔“
ان دنوں آنکھوں سے جھلکتے تھیر اور استغاب کا جواب
میں نے استغاب میں دوپٹے کا کونا دبا کر شرماتے ہوئے
اثبات میں دیا تو وہ مارے حیرت کے مرنے لگی۔

”اب رہائی چاہتا بھی کون کبخت ہے۔“
”اب رہائی ایک جھٹکے سے میری طرف مڑی تھی۔“
ان دنوں آنکھوں سے جھلکتے تھیر اور استغاب کا جواب
میں نے استغاب میں دوپٹے کا کونا دبا کر شرماتے ہوئے
اثبات میں دیا تو وہ مارے حیرت کے مرنے لگی۔

”اب رہائی چاہتا بھی کون کبخت ہے۔“
”اب رہائی ایک جھٹکے سے میری طرف مڑی تھی۔“
ان دنوں آنکھوں سے جھلکتے تھیر اور استغاب کا جواب
میں نے استغاب میں دوپٹے کا کونا دبا کر شرماتے ہوئے
اثبات میں دیا تو وہ مارے حیرت کے مرنے لگی۔

”اب رہائی چاہتا بھی کون کبخت ہے۔“
”اب رہائی ایک جھٹکے سے میری طرف مڑی تھی۔“
ان دنوں آنکھوں سے جھلکتے تھیر اور استغاب کا جواب
میں نے استغاب میں دوپٹے کا کونا دبا کر شرماتے ہوئے
اثبات میں دیا تو وہ مارے حیرت کے مرنے لگی۔

”اب رہائی چاہتا بھی کون کبخت ہے۔“
”اب رہائی ایک جھٹکے سے میری طرف مڑی تھی۔“
ان دنوں آنکھوں سے جھلکتے تھیر اور استغاب کا جواب
میں نے استغاب میں دوپٹے کا کونا دبا کر شرماتے ہوئے
اثبات میں دیا تو وہ مارے حیرت کے مرنے لگی۔

”اب رہائی چاہتا بھی کون کبخت ہے۔“
”اب رہائی ایک جھٹکے سے میری طرف مڑی تھی۔“
ان دنوں آنکھوں سے جھلکتے تھیر اور استغاب کا جواب
میں نے استغاب میں دوپٹے کا کونا دبا کر شرماتے ہوئے
اثبات میں دیا تو وہ مارے حیرت کے مرنے لگی۔

”اب رہائی چاہتا بھی کون کبخت ہے۔“
”اب رہائی ایک جھٹکے سے میری طرف مڑی تھی۔“
ان دنوں آنکھوں سے جھلکتے تھیر اور استغاب کا جواب
میں نے استغاب میں دوپٹے کا کونا دبا کر شرماتے ہوئے
اثبات میں دیا تو وہ مارے حیرت کے مرنے لگی۔

ہو کہ ابھی میرا اچھا سوچتا ہے۔
جود ہیں۔

ایک مہینہ اور چھ دن گزر گئے تھے۔
اسے چھٹکارے کی کوئی ترکیب
اس اثنا میں میری کلاس فیلو
ب "رومانس" کے خواب دیکھا۔
بیرا غرق کر دیا تھا۔

را کچھ نہیں ہو سکتا۔
میرو کے ہاتھوں ہے۔
ما تو فائقہ نے بھی اس کی تائید
ورنہ جتنی کوششیں ہم نے
کی کی ہیں ان سے تو اللہ جھوٹ
شرم کی سزا معاف ہو سکتی تھی۔
رہائی ممکن نہیں۔
پ کی چپ میں سر دبو کر لیا۔
نی چاہتا تھی کون کب جنت ہے
یک جھٹکے سے میری طرف
س سے جھٹکتے تھیر اور استقبال
س میں دوپٹے کا کونا دبا کر شہانہ
ہلا کر دیا تو وہ مارے حیرت کے

را کچھ نہیں ہو سکتا۔
میرو کے ہاتھوں ہے۔
ما تو فائقہ نے بھی اس کی تائید
ورنہ جتنی کوششیں ہم نے
کی کی ہیں ان سے تو اللہ جھوٹ
شرم کی سزا معاف ہو سکتی تھی۔
رہائی ممکن نہیں۔
پ کی چپ میں سر دبو کر لیا۔
نی چاہتا تھی کون کب جنت ہے
یک جھٹکے سے میری طرف
س سے جھٹکتے تھیر اور استقبال
س میں دوپٹے کا کونا دبا کر شہانہ
ہلا کر دیا تو وہ مارے حیرت کے

را کچھ نہیں ہو سکتا۔
میرو کے ہاتھوں ہے۔
ما تو فائقہ نے بھی اس کی تائید
ورنہ جتنی کوششیں ہم نے
کی کی ہیں ان سے تو اللہ جھوٹ
شرم کی سزا معاف ہو سکتی تھی۔
رہائی ممکن نہیں۔
پ کی چپ میں سر دبو کر لیا۔
نی چاہتا تھی کون کب جنت ہے
یک جھٹکے سے میری طرف
س سے جھٹکتے تھیر اور استقبال
س میں دوپٹے کا کونا دبا کر شہانہ
ہلا کر دیا تو وہ مارے حیرت کے

را کچھ نہیں ہو سکتا۔
میرو کے ہاتھوں ہے۔
ما تو فائقہ نے بھی اس کی تائید
ورنہ جتنی کوششیں ہم نے
کی کی ہیں ان سے تو اللہ جھوٹ
شرم کی سزا معاف ہو سکتی تھی۔
رہائی ممکن نہیں۔
پ کی چپ میں سر دبو کر لیا۔
نی چاہتا تھی کون کب جنت ہے
یک جھٹکے سے میری طرف
س سے جھٹکتے تھیر اور استقبال
س میں دوپٹے کا کونا دبا کر شہانہ
ہلا کر دیا تو وہ مارے حیرت کے

را کچھ نہیں ہو سکتا۔
میرو کے ہاتھوں ہے۔
ما تو فائقہ نے بھی اس کی تائید
ورنہ جتنی کوششیں ہم نے
کی کی ہیں ان سے تو اللہ جھوٹ
شرم کی سزا معاف ہو سکتی تھی۔
رہائی ممکن نہیں۔
پ کی چپ میں سر دبو کر لیا۔
نی چاہتا تھی کون کب جنت ہے
یک جھٹکے سے میری طرف
س سے جھٹکتے تھیر اور استقبال
س میں دوپٹے کا کونا دبا کر شہانہ
ہلا کر دیا تو وہ مارے حیرت کے

را کچھ نہیں ہو سکتا۔
میرو کے ہاتھوں ہے۔
ما تو فائقہ نے بھی اس کی تائید
ورنہ جتنی کوششیں ہم نے
کی کی ہیں ان سے تو اللہ جھوٹ
شرم کی سزا معاف ہو سکتی تھی۔
رہائی ممکن نہیں۔
پ کی چپ میں سر دبو کر لیا۔
نی چاہتا تھی کون کب جنت ہے
یک جھٹکے سے میری طرف
س سے جھٹکتے تھیر اور استقبال
س میں دوپٹے کا کونا دبا کر شہانہ
ہلا کر دیا تو وہ مارے حیرت کے

را کچھ نہیں ہو سکتا۔
میرو کے ہاتھوں ہے۔
ما تو فائقہ نے بھی اس کی تائید
ورنہ جتنی کوششیں ہم نے
کی کی ہیں ان سے تو اللہ جھوٹ
شرم کی سزا معاف ہو سکتی تھی۔
رہائی ممکن نہیں۔
پ کی چپ میں سر دبو کر لیا۔
نی چاہتا تھی کون کب جنت ہے
یک جھٹکے سے میری طرف
س سے جھٹکتے تھیر اور استقبال
س میں دوپٹے کا کونا دبا کر شہانہ
ہلا کر دیا تو وہ مارے حیرت کے

را کچھ نہیں ہو سکتا۔
میرو کے ہاتھوں ہے۔
ما تو فائقہ نے بھی اس کی تائید
ورنہ جتنی کوششیں ہم نے
کی کی ہیں ان سے تو اللہ جھوٹ
شرم کی سزا معاف ہو سکتی تھی۔
رہائی ممکن نہیں۔
پ کی چپ میں سر دبو کر لیا۔
نی چاہتا تھی کون کب جنت ہے
یک جھٹکے سے میری طرف
س سے جھٹکتے تھیر اور استقبال
س میں دوپٹے کا کونا دبا کر شہانہ
ہلا کر دیا تو وہ مارے حیرت کے

را کچھ نہیں ہو سکتا۔
میرو کے ہاتھوں ہے۔
ما تو فائقہ نے بھی اس کی تائید
ورنہ جتنی کوششیں ہم نے
کی کی ہیں ان سے تو اللہ جھوٹ
شرم کی سزا معاف ہو سکتی تھی۔
رہائی ممکن نہیں۔
پ کی چپ میں سر دبو کر لیا۔
نی چاہتا تھی کون کب جنت ہے
یک جھٹکے سے میری طرف
س سے جھٹکتے تھیر اور استقبال
س میں دوپٹے کا کونا دبا کر شہانہ
ہلا کر دیا تو وہ مارے حیرت کے

را کچھ نہیں ہو سکتا۔
میرو کے ہاتھوں ہے۔
ما تو فائقہ نے بھی اس کی تائید
ورنہ جتنی کوششیں ہم نے
کی کی ہیں ان سے تو اللہ جھوٹ
شرم کی سزا معاف ہو سکتی تھی۔
رہائی ممکن نہیں۔
پ کی چپ میں سر دبو کر لیا۔
نی چاہتا تھی کون کب جنت ہے
یک جھٹکے سے میری طرف
س سے جھٹکتے تھیر اور استقبال
س میں دوپٹے کا کونا دبا کر شہانہ
ہلا کر دیا تو وہ مارے حیرت کے

را کچھ نہیں ہو سکتا۔
میرو کے ہاتھوں ہے۔
ما تو فائقہ نے بھی اس کی تائید
ورنہ جتنی کوششیں ہم نے
کی کی ہیں ان سے تو اللہ جھوٹ
شرم کی سزا معاف ہو سکتی تھی۔
رہائی ممکن نہیں۔
پ کی چپ میں سر دبو کر لیا۔
نی چاہتا تھی کون کب جنت ہے
یک جھٹکے سے میری طرف
س سے جھٹکتے تھیر اور استقبال
س میں دوپٹے کا کونا دبا کر شہانہ
ہلا کر دیا تو وہ مارے حیرت کے

را کچھ نہیں ہو سکتا۔
میرو کے ہاتھوں ہے۔
ما تو فائقہ نے بھی اس کی تائید
ورنہ جتنی کوششیں ہم نے
کی کی ہیں ان سے تو اللہ جھوٹ
شرم کی سزا معاف ہو سکتی تھی۔
رہائی ممکن نہیں۔
پ کی چپ میں سر دبو کر لیا۔
نی چاہتا تھی کون کب جنت ہے
یک جھٹکے سے میری طرف
س سے جھٹکتے تھیر اور استقبال
س میں دوپٹے کا کونا دبا کر شہانہ
ہلا کر دیا تو وہ مارے حیرت کے

کے آس پاس بھی نہیں مگر مجھے یقین ہے کہ بیونی پارلر
کے چند ایک چکروں کے بعد یہ اس قابل ہو جائے
گی۔ "اب یہ تعریف تھی کہ تنقید میں کچھ ٹھیک سے
سمجھ نہیں پاتی۔"

"کہہ تو تم ٹھیک ہی رہی ہو۔" زیر مہندہ آج کل
روایتی نند بننے کی پوری تیاری کر رہی تھی۔

کوئی اور وقت ہوتا تو میں اس کے اس انداز پر
خونخوار ہو جاتی مگر اس وقت چونکہ وہ سب میری ہی
"بہتری" کے لیے سرگرداں تھیں تو ہر حال میں چپ
رہنا میری مجبوری تھا۔

"سب سے پہلے تو اس بات کا پتہ لگانا پڑے گا کہ
میرو کو کیسی لڑکیاں پسند ہیں۔" ماہین نے خاصی ذہانت
کانکتہ اٹھایا تھا۔

"ماپوسی ہوگی۔ رو بھاگل اس سانچے میں کبھی فٹ
نہیں بیٹھے گی۔" نورین کو دل جلانے میں کمال حاصل
تھا۔

"ہاں! البتہ کبھی دادا جان کی تاریخی بندوق کی
"تاریخ" چیک کرنے کا موقع آیا تو اس سے بہتر شکار
انہیں اور کوئی نہیں ملے گا۔" یہ چڑیا تھی میری
سفاک بہن۔

میرا تو دنیا سے دل ہی اٹھنے لگا۔ یعنی میرا یہ "گولڈن
چیمپ" تو نہی سڑے لے انداز میں ہی گزرنے والا تھا۔

"اللہ! تو نے گنجے کو ناخن کیوں دیے اور مجھے
از میری؟" میں سخت مایوس تھی اور دل بھر رہا تھا۔

اس لیے بددلتوں کی گہری ریسرچ کے بعد میرے
گروپ نے از میرٹھ کے متعلق جو معلومات اکٹھی
کیں، انہیں سن کر میرا اس منگنی پر لعنت کے چار
حرف بھیجنے کو جی چاہا۔

"موصوف کو دو ہی قسم کی لڑکیاں پسند ہیں۔ ایک تو
بھیجے والی اور دوسری بھیجا پکانے والی۔" ماہین نے ناک
پنپسلتی عینک کو انگشت شہادت سے پیچھے دھکیلتے
ہوئے بتایا تو میں تھیرے اسے دیکھنے لگی۔

"یعنی کہ ذہین اور کھانا پکانے میں ماہر۔" اس کی
وضاحت نے مجھے مطمئن کیا تھا۔

”یعنی مجھے بس کھانا پکانا ہی سیکھنا ہے۔“

”مگر وہ حال ہی میں کہاں سے لاؤ گی؟“

چڑیا نے متکبرانہ انداز میں پوچھا تو ان سب کی ہنسی پر میں نے چڑیا کو آنکھیں دکھائیں۔

”تم اپنی دوست کا بتاؤ“ اس نے بھی تو کسی طرح اپنے منگیتر کو لائن پہ لگایا ہو گا؟“ فائقہ کو خیال آیا تھا۔

”ادائیں میری جان! قاتلانہ ادائیں۔“ میں نے گہری سانس بھرتے ہوئے کہا تو وہ مایوسی سے بولی۔

”یعنی پہلے تمہارے تھوڑے کا کچھ کرنا پڑے گا۔ اس شکل میں کچھ بات ہوتی تو از میرٹ کئی سال پہلے اس پر مرچکا ہوتا۔“

”اللہ کرے تم سب کی بھی منگیلیاں اور تمہیں بھی از میرٹ جیسا منگیتر ملے۔ تب میں پوچھوں گی کہ ”رومالس“ کس بھاؤ بکاتا ہے؟“ مجھ پر فست طاری ہونے لگی۔

یعنی از میرٹ کی اسمارٹنس کے آگے میری خوبصورتی (بقلم خود) پائی بھرنے لگی تھی۔

”اچھا اچھا۔ دل چھو ٹامت کرو۔ کیا ہوا جو تمہارا رنگ دیا ہوا اور قد ”بوٹا سا“ ہے۔ کیا ہوا جو تمہاری آنکھیں بنا سرمہ کا جل لگائے دکھائی نہیں دیتیں۔ ہم دونوں بہنیں اپنے ارمانوں کی قربانی دے کر تمہیں اس ”گری پڑی“ صورت حال میں بھی بھا بھی بنانے کو تیار ہیں۔“ مانو کو جیسے خوفِ خدا نے ستایا تو میں دانت پر دانت جما کر رہ گئی۔

ان دونوں کے کس بل نکالنے کی ترکیبیں ان دونوں میں اپنی خفیہ ڈائری میں نوٹ کر رہی تھی۔ بس بھا بھی بننے کی دیر تھی مگر ابھی تو چالاک ساستدانوں کی طرح ہونٹوں پر ڈیڑھ ہیک مسکراہٹ سجائے رکھنے میں ہی غفلت دی تھی۔ شوئی قسمت اگلے روز از میرٹ کی سالگرہ آتی تھی۔

”فوری طریقے ہیں میرو کو حیت کرنے کے لیے۔ ایک تو یہ کہ اسے کوئی بہترین سا گفٹ دو۔ دوسرا یہ کہ خوبصورتی کی مثال قائم کرو۔“ فائقہ نے صفا چٹ

انداز میں کہا تو مجھے اپنا جمع خرچ غصے میں کھل دینے لگا۔

”خیر فضول خرچی سے تو لگند بھی ہزاروں ہوتا ہے ہم اسے کوئی سستا اور اچھا گفٹ بھی سسٹے سکتے ہیں۔“ ہم نہیں، صرف تم۔“

وہ سب فوراً محتاط ہو گئیں۔ تو میں نے ”میرٹ“ لہذا ”پر اٹلند پڑھ لی۔ یعنی مجھے اپنی حق حال کی خبر منی ہی سے منگیتر فرا کرانا تھا۔

از میرٹ چونکہ ایسی فضولیات کے سخت خلاف تھا اس لیے اس کی سالگرہ منانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا البتہ تحفہ اسے دیا جاسکتا تھا۔ اگلے

میں کسی کو بتائے بنا اپنی حق حال کی پاکت میں سے از میرٹ کے شایان شان تحفہ لینے نکل گئی تھی۔ ساری مارکیٹ چھاننے کے بعد مجھے ایک ریفریجریٹر شکل میں ملا۔ ”میڈنس“ نامی یہ اٹالین ریفریجریٹر برانڈ کی دیگر مصنوعات از میرٹ کی فہرست

میں ہی پوری پاکٹ منی ”حلال“ ہو گئی مگر مجھے خوشی نہ تھی۔ میں نے کوئی کلام کی چیز خریدی تھی۔ گھر لوٹنے پر ان چیزوں نے مجھے گھیر لیا۔

”کیا لائی ہو؟“ ان کا تجسس حد سے سوا تھا۔ ”نیلا تھوڑا۔“ اب بھی تم سب کے لیے۔“

میں یکدم بے حد غصہ و لحاظ بن گئی تو زربینہ نے انگلیاں دانتوں سے دبائیں۔ سر میری چیخ نکلتی گئی۔ کیوں کہ وہ انگلیاں میری لیے تھیں۔

”رفع ہو جاؤ تم سب۔ ایک دھڑلہ بھی نہیں داتم میں سے کسی نے مجھے اور اب تحفہ دیکھنے کی کتنی بے قراری ہے۔“ میں انہیں لفٹ کرانے کی بھی روک روک نہیں تھی۔

قانتا نے مجھے ایک ہی اصول بتایا تھا۔ گفٹ دینے اور لینے میں رازداری۔ محبوب کا تحفہ تو محبوب ہی دیکھے تو اچھا لگتا ہے نا۔

”شرم کرو چندہ کر کے تحفہ لیتی اچھی لگتیں گی۔“ فائقہ نے مجھے غیرت دلانے کی کوشش کی مگر حال میں اس جیذباتی بلیک میلنگ سے متاثر ہونے کے

مصنفین

ان کو صاف کر کے چہرے کو نکھارتی ہے کے داغ دھبے، گرمی دا پورے پھنسی وغیرہ میں موثر

MUSAFFEEN LIQUID

An Excellent Herbal Preparation for blood purification.

120 ml

موڈ میں نہیں تھی اس لیے انہیں بری طرح نظر انداز کرتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی آئی۔
مگر وہ سب اتنی اچھی نکلیں کہ شام کو از میرٹھ کے لوٹنے ہی مجھے گھر کے بیٹھ گئیں اور مجھے "ما بھنے" اور "پوکا" کا جو سلسلہ شروع ہوا تو پھر میری چیخ و پکار اور آواز کا بھی کسی کام نہیں آئی۔

فیصل دھکسنگ اور فیس پالش کے بعد میں نے شیشے میں اپنی شکل دیکھی تو وہاں ایک چندی آنکھوں اور قدرے سو بے ہوئے منہ والی چینی جلیانی شکل ٹاپ دیکھ کر میرا ہارٹ فل ہوتے ہوتے بچا۔

"یہ کیا کیا ہے تم سب نے؟"
"جو ہمارے بس میں تھا وہ تو ہم نے کر دیا۔
از میرٹھ کو بھانا تمہارا کام ہے۔"

نورین نے بے مروتی سے اپنا "میک اپ" کا سامان سمیٹتے ہوئے جواب دیا تو میں تھملا اٹھی۔
"اس شکل کے ساتھ۔"

"اب تو بس بوٹ پالش ہی رہ گئی ہے۔ باقی ہر ترکیب میں تمہارے چہرے پر آزما چکی ہوں۔" اس نے دانت نکوسے۔

میں ان کو بھی کیا کہتی مجھے ہی حسین بننے کا جوش چڑھا تھا۔ وہ تو بس اس حسن کو "نکھارنے" کی گناہ گار تھیں۔ برف کی ٹکور کر کر کے میں نے بمشکل اپنے چہرے کی حالت درست کی۔

"نکلی پلکیں ضرور لگا لینا رو بھائی! از میر کو لمبی پلکیں بہت پسند ہیں۔" فائقہ کو اچانک یاد آیا تو میں خوش ہو گئی۔ نیوی بلیو میرو ہی کا نہیں میرا بھی پسندیدہ ٹکڑا تھا۔

بہر حال نہایت دل لگا کر تیاری پکڑنے کے بعد گھر والوں سے نظر بچا کر ان سب نے مجھے میڈیوٹھ کی طرف دھکیل دیا۔ رات کے کھانے کے بعد میرو کو ٹیڑھیں پہننا بہت پسند تھا اور ابھی بھی وہ چہل قدمی ہی کر رہی تھی۔

میں اتنی ترنگ میں تھی کہ پہلی بار اس کا سامنا کرنے کے خیال سے ڈری نہیں بلکہ کچھ عجیب شرمیلے سے جذبات کا شکار تھی۔ میں اوپر پہنچی تو وہ

دیوار پر بازو جمائے باہر دیکھ رہا تھا۔

ٹیس سے دکھائی دینے والی سڑک اس وقت ٹرک اور روشنیوں سے جھی ہوئی بہت اچھی لگتی تھی۔ میں اس کے پاس جا کے کھنکھاری تو وہ چونک گیا پھر میری شکل پر نظر پڑتے ہی پہلے وہ حیران ہوا پھر ہلکا سا ہنسنے لگا۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

"بس یونہی۔ میں نے سوچا مارنگ واک صحت کے لیے اچھی ہوتی ہے۔" میرے منہ سے پھسلا تو وہ پورا میری طرف پلٹ آیا۔

"بہت خوب۔ بشرطیکہ "مارنگ" میں کی جائے۔ ابھی کون سا دن چڑھانے آئی ہو تم؟" اس نے طنز آگیا تو میں اپنی جلد بازی اور زبان کی کچھلن کو کوس کر رہ گئی۔

"اور یہ۔۔۔ جا کہاں رہی ہو تم؟" اس کی بار اس نے سر تپا مجھ پر ایک نظر ڈالی تو میں خوش ہو گئی۔ میری اتنی سادگی تکلیفوں کا صلہ اس ایک نظر میں وصول ہو گیا تھا۔

"نہیں، یونہی ٹھننے آئی تھی۔" میں نے بڑے اناڑ سے کہا اور ساتھ ہی آنکھیں پھٹانے کی بھی کوشش کی۔ فائقہ کی بات مجھے سنہری اصول کی مانند یاد تھی۔ (ادائیں دیکھنے سے ہی منگیتر لائن پر آتے ہیں۔)

"یہ ہائی ہیل پہن کر مارنگ آپ کے ساتھ۔" وہ تھیر میں مبتلا ہونے لگا تھا اور میں خوشی میں۔ کیسا سر پر از تھا جسے وہ بھی بوجھ نہیں پارہا تھا۔ واوا اب کا جانشین۔

"دراصل پہلی بار واک کر رہی ہوں نا" اس نے سوچا ذرا سی تیاری کے ساتھ۔ "میں نے شرمائے کی کوشش کی اور آنکھوں کو ایک بار پھر سے تیزی سے جھپکنے کی اداکاری کی۔ بقول قانتا یہ معصومیت کی خالص ترین ادا ہے۔

تب میں نے از میر کو۔۔۔ جی ہاں اس سڑیل بٹ کو چند قدم آگے بڑھتے دیکھا تو میرا دل دھک سے رہ گیا۔

دیکھا میرے حسن نے اس پر جاو کر دیا تھا؟ اب میری
پانچ گھنٹے لڑنے لگیں۔ شاید اوقات سے زیادہ مل
جائے تو ایسا ہی ہوتا ہے۔

”یہ ذرا سی تیاری ہے۔“ اس کی پر تحیر آواز میں
نے اپنے بہت پاس سنی تھی۔ یعنی وہ مجھ پہ اتنا غور کر رہا
تھا۔ میرا دل بلبلوں بلکہ کتوں اچھلنے لگا۔

”ہوں لگ رہا ہے جیسے چڑیلوں کے کچی ٹیشن میں
حصہ لینے جا رہی ہو۔“

”ہیں۔“ میری آنکھیں پٹ سے وا ہوئیں تو
اسے میں نے خود سے دو قدموں کے فاصلے پر پایا۔

اس کے تبصرہ نے میرے معصوم دل کو خاصا جھٹکا
یہاں اس موقع پر شرمندگی اور گھبراہٹ کو تو پاس بھی
نہیں دینا چاہیے۔ یہ خالصتاً فائقہ اور مینا کا
مشورہ تھا۔

”کیا کہہ رہے ہیں آپ؟“
میں نے معصومیت سے ٹپکیں جھپکا کر پوچھا تو مجھے
گھورتے ہوئے اس نے میری طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔
”یا اللہ! یہ رومانس تو نہیں ہے؟“

”میں تو تھیوری کے چکر میں تھی اور یہاں پہنچا۔“
اس نے ہاتھ بڑھا کر میرے رخسار کو چھوا ”قرب تک تھا کہ
میں چچا اٹھتی۔ وہ اپنے مخصوص طنزیہ لہجے میں بولا۔
”آجھا تو تم ”رات“ کے وقت ”مارنگ“ واک پہ
نکلے ہو وہ بھی نکلی پلکیں لگا کر۔“

”اف۔“ اس کی چٹکی میں موجود اپنی ”جھڑی
ہوئی“ پلک دیکھ کر میں جتنا بھی شرمندہ ہوتی وہ کم تھا۔
”وہ۔۔۔ یہ۔۔۔ نورین نے۔۔۔“ میں نے کھسیانی ہنسی
ہنستے ہوئے اپنی دوسری پلک اتار کر منہ میں دیوچ لی۔
جبکہ دل ہی دل میں میں نورین کو ایک سو اسی میل
فی منٹ کے حساب سے گالیاں دے رہی تھی جس
نے ناقص گم کے ذریعے پلکیں لگا کر میری شرمندگی کا
سامان کر دیا تھا۔

”تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟“ میں نے گفت والا
ہاتھ مسلسل کمر کے پیچھے رکھا تھا جواب اس کی نظر میں

آیا تھا۔

”ایک سربراہ۔“ میں نے بیک شدہ ریفریم
سامنے کی تو وہ حیران سا مجھے دیکھنے لگا۔ مجھے خوشی ہوئی
کہ آج وہ بے چارہ حیران ہونے میں اتنا مصروف تھا کہ
اسے غصہ کرنے کا موقع ہی نہیں مل رہا تھا۔
”یہ کیا ہے؟“

اس کے سوال کے جواب میں میں نے لمحہ بھر وہ
تقریر سوچی جو ان پانچوں نے مجھے رٹا کر بھیجی تھی۔
”دنیا کی خود غرضی میں جب حالات بھی انسان کا
ساتھ نہ دیں تو پھر انسان کو انسان کا ساتھ دینا چاہیے۔
دنیا میں پیار و محبت کو پھیلاتا چاہیے۔“

”اپنی یہ فلاپ فلموں والی آئیننگ بند کرو اور
سیدھی طرح بکواس کرو یہ کیا ہے؟“ وہ اپنی اصلیت
میں لوٹنے لگا تو میں یگانگت حواس میں لوٹی۔ باقی ماندہ
تقریر کے الفاظ بھٹک سے اڑ گئے تو میں صفا چٹ ذہن
لیے کھڑی ہونق ہو کر اس کی شکل دیکھنے لگی۔

”وہ۔۔۔ ابھی برتھ ڈے۔“ فوراً ہی ذہن نے کام
کیا تو اس کی سیاہ آنکھوں میں حیرت سی بھر گئی۔

بھلا اس نے کب سوچا ہو گا کہ کبھی مجھ جیسی حسین
لڑکی (بقلم خود) اس کی سوکھی سڑی زندگی میں بہاروں کا
پیغام لے کر آئے گی۔ سواب وہ یقیناً سکتے ہیں تھا۔
میں نے گفت اس کے ہاتھ میں تھمایا اور انگلی
انگوں تلے دبا کر ”شرماہٹ“ کا ایک اور نظارہ پیش
کر کے دوئے بڑی ادا سے واپس پلٹ گئی۔ مجھے گفت
کار پر پھاڑنے کی آواز سنائی دی تھی۔

”اب ظالم۔“ چیر پھاڑ کرنا تو جیسے اس سنگدل
شخص پر ختم تھا۔

”واہ۔ کیا تحفہ ہے۔“ اس کی آواز کانوں میں
پڑی تو میرا دل خوش ہو گیا۔ لگا محنت وصول ہو گئی ہو۔
”مجھے تمہاری پسند کا بہت اچھی طرح پتہ ہے۔“
میں نے نزاکت سے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ میری
طرف آیا۔

”یہ ٹی روز کی استعمال شدہ ریفریم۔ میری پسند اتنی
گھٹیا نہیں ہے۔ تم بھی ”خدائی عطیہ“ ہو ورنہ۔“

وہ غصے سے کہتے ہوئے لب بھینچ گیا جبکہ میں سکتے کی کیفیت میں فی روز کی شیشی کو دیکھ رہی تھی۔ یہ یقیناً ان پانچوں کی طرف سے میرے لیے سزا تھی۔
”اور تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھے گفت دینے کی؟“ وہ شروع ہوا تو پھر رکنا نہیں۔

”اب اس نے ”کیا کیا“ کہا وہ سب تو بتانے لائق نہیں، مختصراً یہ کہ موصوف کے خیال میں اچھی لڑکیاں اس طرح کے کام نہیں کرتیں اور لڑکیاں بھی وہ جنہیں ان کے منگیتروں نے مجبوراً اپنایا ہو۔ میرا دل ٹوٹ ٹوٹ گیا مگر وہ اسی ٹوٹے دل کی کرچیوں پر پاؤں مارتا نیچے چلا گیا۔

میں ایک بار پھر فائقہ ”نورین“ چڑیا اور مانو کو گالیاں دینے لگی۔
ماہین کو میں نے احتیاطاً گالیاں نہیں دیں۔ وہ معصوم صورت اس گھیلے میں شامل نہ ہو۔

میں ان سب سے سخت ناراض تھی۔ چلو میرے سامنے میرا جو تاثر بنا سوتا مگر صبح جب اس نے داو سے کہا۔

”لڑکیاں گھر سنبھالتی ہی اچھی لگتی ہیں۔ روہا کو بھی کچن میں گھسایا کریں تاکہ اسے بھی کچن کا حدود اربع پتا چلے۔“ تو میں بے ہوش ہونے کو ہو گئی۔ میری معصوم سی غلطی کی اتنی بڑی سزا۔

مگر میرے آنسو بھی سنگدل داو کا دل پگھلا نہیں پائے تھے اور فی الحال اپنا ناشتا بنانے کی ذمہ داری مجھ پر آگئی۔

”ہم سے جو ٹکرائے گا وہ منہ کی کھائے گا۔“ وہ چیزیں گنگنا رہی تھیں۔

مجھے بھر کو تو میرا دل چاہا کہ آج میں ہی داو جان کی تاریخی بندوق کی کارکردگی چک کر لوں۔ کم از کم چھ شکاری پرے کھائے ہوئے مگر پھر بھری جوانی میں پھانسی لگنے کا خیال لرزا گیا۔ فی الوقت میں نے اس پلان کو ملتوی کر دیا اور اپنا ناشتا بنانے پر توجہ دی۔

تائی جان ہم سب کو رانھے کھلا کھلا کے ماری بنا چکی تھیں۔ مگر پر اٹھا بنانا کتنا مشکل کام ہے یہ مجھے اب پتا چل رہا تھا۔

اسی وقت بجلیا۔ اونہوں۔ غصیلا بٹ کچن میں داخل ہوا تو اس کے ساتھ ساتھ خوشبوؤں کا رونا آ گیا۔

”ایک پر اٹھا بناؤ جلدی سے۔“

لوجی۔ ایک تو اس کی فرمائش ”اوپر سے وہ عین میرے سر پر آگھر ہوا۔ اب پر اٹھا کون بنائے“
”ہاں“ تم جا کے بیٹھو“ میں ابھی بتاتی ہوں۔“ میں نے اپنے بھاگتے دوڑتے دل کو قابو کرتے ہوئے کہا تو سختی سے بولا۔

”ابھی اور صرف ابھی۔ جلدی کرو۔“

میں نے مرنا کیا نہ کرنا کے مصداق آئے کا پتہ اٹھایا۔ تو لگا جیسے میزائل بنانے کا بیڑہ اٹھالیا ہو۔

اس روز میں نے بڑی منتوں مرادوں والا پر اٹھا بنایا۔
پھر صبح بناتا تو میں نہ جانے کتنے نفل شکرانے کے پتھر پھینکتی۔

میں نے تمام پر اٹھا بنانے کا محاذ سر ہوا تو اب اسے توے پر بنانے کا مشکل ترین کام۔ میں نے آڑھے ٹیڑھے پر اٹھے۔ کچن میں اٹھایا تو وہ توے پر موجود گھی کے تلاب پر ایک نظر ڈالتے ہوئے بولا۔

”ذرا احتیاط سے۔“

مجھے نہیں معلوم کہ (ک) کی زبان کالی تھی یا نظر پتھر پھاڑ تھی۔

رانھے کو میں نے توے پر پھینکا تو غصے میں تملانا لگی اچھل کر میرے پاؤں پر آگرا۔

”بائے۔۔۔ اولی۔۔۔“

اگلے ہی لمحے پورا گھر میری آدھ بکا سے گونج رہا تھا۔ اس سے اگلے پل سب کچن میں جمع تھے اور از میرٹ کو مشکوک نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

”گرم گھی گر گیا ہے اس کے پاؤں پر۔“

وہ حفظ باقدم کے طور پر کسی کے پونچنے سے پہلے

